مہمانانِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کی خدمت میں

حضرت اقدس مولانا محمد سلیم دھورات صاحب دامت برکاتہم
بانی و شیخ الحدیث اسلامک دعوہ اکیڈمی، لیسٹر، برطانیہ

التزکیہ
AT-TAZKIYAH
PO BOX 8211, LEICESTER,
LE5 9AS, UK

فہرست

مہمانانِ رسول ﷺ کے والدین کی خدمت میں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلحَمدُ للہ وَکَفٰی والصلوۃ وَالسَلَام عَلَی سَیِّدِ الرُّسُلِ وَخَاتَمِ الاَنبِیَاء وَعَلَی اٰلہ الاَصفِیَاء وَاَصحَابہ الاَتقِیَاء، اَمَّا بَعدُ: فَقالَ النبي صلي اللہ علیہ وسلم لَأَنْ یُؤَدِّبَ الرَّجُلُ وَلَدَہُ خَیْرٌ مِنْ أَنْ یَتَصَدَّقَ بِصَاع او کما قال النبي صلي اللہ علیہ وسلم.

رَبِّ اشْرَحْ لِي صَدْرِي، وَيَسِّرْ لِي أَمْرِي، وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِنْ لِسَانِي، يَفْقَهُوا قَوْلِي۔ سُبْحَانَكَ لا عِلْمَ لَنَا إِلا مَا عَلَّمْتَنَا إِنَّكَ أَنْتَ الْعَلِيمُ الْحَكِيمُ۔ اللھم انفَعنَا بِمَا عَلَّمتَنَا وَعَلِّمنَا مَا یَنفَعُنَا.

إِنَّ اللَّهَ وَمَلائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا، اللھم صلّ و سلّم و بارک علی سیّدنا و مولانا محمّد و علی آلہ و اصحابہ و اتباعہ و ازواجہ و ذریاتہ.

محترم دوستو، بزرگو، میری ماؤ اور بہنو، عزیز طلبہ و طالبات، قابل احترام معلمین و معلمات! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ، عالمِ اسلام کے ایک بہت بڑے عالم، داعی، مصلح اور مفکر گذرے ہیں۔ عرب اور عجم کا بچہ بچہ حضرت سے واقف ہے۔ حضرت کے علوم سے پوری دنیا مستفید ہوئی ہے، ہو رہی ہے اور ان شاء اللہ تعالی رہتی دنیا تک ہوتی رہے گی۔

حضرت کی عجیب عجیب باتیں ہیں۔ ایک مدرسہ میں آپ تشریف لے گئے، منتظمین حضرات نے اساتذہ اور طلبہ کے سامنے بات کرنے کی درخواست کی۔ اساتذہ اور طلبہ پر مشتمل ایک بے تکلف مجلس تھی۔ حضرت نے بات شروع کرتے ہوئے طالبِ علموں سے پوچھا کہ تم علمِ دین کیوں پڑھ رہے ہو؟ تمہاری پڑھنے سے غرض کیا ہے؟ حضرت نے طلبہ کو فرداً فرداً

سوال کیا۔ طلبہ میں سے ایک بڑی تعداد ان کی تھی جنہیں پتہ ہی نہیں تھا کہ کیوں پڑھ رہے ہیں؟ غرض صحیح تھی یا فاسد، وہ تو بعد کی بات ہے، ان کو پتہ ہی نہیں تھا کہ وہ مدرسہ میں داخل کیوں ہوئے ہیں اور ان کے ماں باپ نے انہیں مدرسہ میں بھیجا کیوں ہے؟ اور جن طلبہ نے اغراض بیان کی، ان میں سے بہت سوں کی نیت صحیح نہیں تھی، وہ صحیح غرض کی تعیین نہ کر سکے۔

بچے کو مدرسہ میں بھیجنے کا مقصد

دوستو! کہیں ایسا نہ ہو کہ ہم نے بھی اپنے بچوں کو مدرسہ میں داخل تو کر دیا ہے مگر ابھی تک صحیح غرض معلوم نہ ہو کہ ہم نے ہمارے جگر کے ٹکڑے کو گھر سے دور مدرسہ میں کیوں بھیجا ہے؟ صرف دیکھا دیکھی بھیج دیا، یا اس لئے بھیج دیا کہ کسی عالم کی شہرت اور عزت کو دیکھ کر متاثر ہوئے اور اپنے بچے کے لئے بھی اسی واہ واہ کی چاہت ہوئی، یا اس لئے کہ یہ کسی کام کا نہیں تھا، GCSE کے امتحانات کے results (نتائج) اچھے نہیں تھے، A Level کے امتحانات کے نتائج اچھے نہیں تھے، تو سوچا کہ مدرسہ میں بھیج دیتے ہیں، یا اس لئے کہ گھر میں پریشان کر رہا تھا، باہر کے برے ماحول سے بگڑ چکا تھا، سوچا کہ اس ٹینشن (tension) کو اپنے گھر میں رکھنے کے بجائے مدرسہ کے حوالہ کر دیتے ہیں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ ہمیں بھی ہمارے بچے کو مدرسہ میں بھیجنے کی صحیح غرض اب تک معلوم نہ ہو۔ اس لئے بہتر ہو گا کہ ہم آج بطورِ مذاکرہ ہمارے بچوں کے مدرسہ میں داخل ہونے کی غرض پر گفتگو کریں۔ کسی مدرسہ میں بچے کو بھیجنے میں والدین کی غرض کیا ہونی چاہیئے؟ ایک طالبِ علم کو کس نیت سے داخل ہونا چاہیئے اور کس نیت سے پڑھنا چاہیئے؟

مدرسہ میں بچے کو بھیجنے کی غرض یہ ہے کہ وہ انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کا وارث بن جائے، عالمِ ربانی بن جائے، فقیہ بن جائے۔ اگر یہ انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کا وارث بن گیا، اگر یہ عالمِ ربانی بن گیا، اگر یہ فقیہ بن گیا، تو میرے بھائیو! نہ صرف یہ کہ ہمارے اس بچے کی دنیا و آخرت سنور جائے گی، نہ صرف یہ کہ اس کی وجہ سے ہماری اور ہمارے خاندان کی دنیا و آخرت سنور جائے گی، بلکہ یہ بچہ سینکڑوں انسانوں کی زندگیوں میں ایک خوش گوار انقلاب پیدا ہونے کا ذریعہ بنے گا۔

طلبہ اور ان کے والدین کے لئے ضروری ہے کہ وہ مدرسہ میں داخلہ کی غرض اور مقصد کو اچھی طرح سمجھیں اور اس کے مطابق اپنی نیت درست کرلیں۔ غرض اور مقصد کی صحیح تعیین کے بعد کام بھی آسان ہو جاتا ہے اور کامیابی بھی پوری ملتی ہے۔ ہم نے ہمارے نورِ نظر کو مدرسہ میں کس لئے داخل کیا ہے؟ اس لئے کہ وہ انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کا وارث بن جائے۔

انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کی میراث

اور انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام دنیا میں کیوں مبعوث ہوئے تھے؟ ان کی میراث اور ان کا ترکہ کیا تھا؟ مال اور دولت؟ نہیں! ان کی میراث علم ہے۔

إن العلماء ورثة الأنبياء، وإن الأنبياء لم يورثوا دينارا ولا درهما إنما ورثوا العلم فمن أخذه أخذ بحظ وافر (احمد، مسند الانصار، حديث ابى درداء رضى الله عنه)

علماء انبیاء کے وارث ہیں، انبیاء وراثت میں دینار درہم نہیں چھوڑ گئے ہیں، ان کا ورثہ علم ہے، لہذا جس نے علم حاصل کیا اس نے کامل حصہ پایا۔

اور ظاہر ہے کہ علم عمل کے لئے ہے، اس لئے یہ کہنا غلط نہیں ہو گا کہ انبیاء علیہم الصلوۃ و السلام کی میراث علم اور عمل ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

إنما بعثت معلما (ابن ماجه، بَاب فَضْلِ الْعُلَمَاءِ وَالْحَث عَلَى طَلَبِ الْعِلْمِ)

میں معلم بنا کر بھیجا گیا ہوں۔

بعثت لاتمم مكارم الاخلاق (السنن الكبرى للبيهقى، كتاب الشهادات، باب بَيَانِ مَكَارِمِ الأَخْلاَقِ)

میں حسن اخلاق کو مکمل کرنے کے لئے بھیجا گیا ہوں۔

معلوم ہوا کہ بعثتِ نبوی کا مقصد علم اور عمل ہے۔ اب یہ بات ذہن نشین ہو جانی چاہیئے کہ ہم نے ہمارے بچے کو اس غرض سے بھیجا ہے کہ وہ انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کی اس میراث میں سے زیادہ سے زیادہ حصہ پانے والا بنے، وہ محنت کر کے انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کا ترکہ یعنی علم و عمل کو وافر مقدار میں حاصل کرے۔ اگر وہ اس کوشش میں کامیاب ہو گیا تو پھر وہ شریف بھی ہو جائے گا، متقی بھی ہو جائے گا، عارف بھی ہو جائے گا، عاشق بھی ہو جائے گا، داعی بھی

ہو جائے گا اور دین کے لئے جد وجہد کرنے والا بھی ہو جائے گا، اس لئے کہ وارثِ نبی ان تمام اوصاف کا مجموعہ ہوتا ہے بلکہ وہ اخلاقِ فاضلہ کا سرچشمہ ہوتا ہے۔ بس مقصد یہ ہے کہ ہمارا بچہ وارثِ نبی ہو جائے، عالمِ ربانی ہو جائے، اللہ والا ہو جائے۔

صرف مولانا نہیں، مولوی بھی

حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے تھے کہ ہمارے مدارس سے مولانا تو بہت فارغ ہوتے ہیں، مولوی فارغ نہیں ہوتے! مولانا عربی لفظ ہے جس کے معنی ہیں ہمارے آقا، ہمارے سردار۔ عالم کو مولانا اس لئے کہتے ہیں کہ وہ قوم کا سردار ہوتا ہے، وہ قوم کا بڑا ہوتا ہے۔

حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

العالم في قومه كالنبي فى امته

عالم اپنی قوم میں ایسا ہوتا ہے جیسا کہ نبی اپنی امت میں۔

دیکھئے! صاحب علم کی کیسی کیسی فضیلتیں ہیں۔ ان فضیلتوں کی وجہ سے یقیناً آپ حضرات کو خوشی محسوس ہو رہی ہو گی کہ حق تعالی شانہ نے آپ کے بچے کو بہت ہی اچھے اور اونچے راستہ پر ڈال دیا ہے۔ اس نعمت پر حق تعالی شانہ کا جتنا شکر ادا کریں کم ہے، یہ محض ان کی توفیق کا ثمرہ ہے۔ آپ کے پاس اور بھی کئی راستے تھے، مگر حق تعالی شانہ نے آپ کو یہ توفیق عطاء فرمائی، اس توفیق پر خوب شکر ادا کرنا چاہیئے۔

تو عرض یہ کر رہا تھا کہ حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ ہمارے مدارس سے مولانا تو بہت فارغ ہوتے ہیں، مگر مولوی فارغ نہیں ہوتے۔ مولانا کے معنی ہیں ہمارے آقا اور سردار اور مولوی کے معنی ہیں اللہ والا۔ پچھلے زمانہ میں مدارس کے درسِ نظامی سے فارغ ہونے والا علم اور عمل دونوں کا جامع ہوتا تھا۔ وہ مولانا بھی ہوتا تھا اور مولوی بھی۔ علم بھی ٹھوس ہوتا تھا اور تقوی بھی اعلی درجہ کا۔ طالبِ علمی کے زمانہ ہی میں ان کی باطنی حالت اتنی بلند ہو جاتی تھی کہ عقل حیران!

حضرت مولانا مسیح اللہ صاحبؒ اور مفتی محمود الحسن صاحبؒ کا واقعہ

حضرت مولانا مسیح اللہ خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مفتی محمود الحسن صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ دونوں ہمارے اکابر میں سے گذرے ہیں۔ آپ حضرات میں سے بہت سوں کو ان بزرگوں کی زیارت کا شرف بھی نصیب ہوا ہوگا۔ یہ دونوں طالبِ علمی کے زمانہ کے ساتھی ہیں۔ طالبِ علمی کے زمانہ کا ان کا ایک عجیب واقعہ ہے، جو میں نے اپنے استاذِ محترم مرشدی حضرت مولانا محمد یوسف متالا صاحب دامت برکاتہم سے سنا۔

ایک دن حضرت مولانا مسیح اللہ خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ بہت غمگیں نظر آئے۔ حضرت مفتی محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ دوستی تھی۔ حضرت مفتی محمود صاحبؒ نے پوچھا کہ کیا بات ہے؟ آج بہت مغموم نظر آرہے ہو! حضرت مولانا مسیح اللہ خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ایک واقعہ پیش آیا ہے جس کی وجہ سے غمزدہ ہوں۔ مفتی صاحب نے فرمایا کہ کیا واقعہ پیش آیا ہے؟ مولانا نے فرمایا کہ رات خواب میں دیکھا کہ اپنی چارپائی پر بیٹھ کر مطالعہ کر رہا ہوں؛ چارپائی کھڑکی کے بہت قریب ہے اور میں پورے انہماک کے ساتھ مطالعہ میں مشغول ہوں۔

علم کا چسکا

جن حضرات کو علمی انہماک نصیب ہو جاتا ہے ان کا حال بڑا عجیب ہوتا ہے۔ سکھر کے ایک عالم، مولانا عبد المجید صاحب نے کسی جگہ میں ہمارے حضرت، مولانا محمد یوسف صاحب لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ سے اپنی سب سے پہلی ملاقات کا تذکرہ کیا ہے۔ لکھتے ہیں کہ میں بنوری ٹاؤن کے مدرسہ میں حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ملنے گیا۔ جب میں آپ کے کمرے میں پہنچا تو دیکھا کہ آپ کے سامنے ٹپائی پر ایک کتاب ہے اور آپ بہت غور سے سر جھکائے اس کا مطالعہ کر رہے ہیں۔ میں جا کر آپ کے سامنے بیٹھ گیا اور السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہا۔ جواب میں ہلکا سا وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ سنا، مگر انہماک اتنا تھا کہ نظر اٹھا کر دیکھا تک نہیں کہ کون آیا ہے! یہ خیال ہوا ہوگا کہ ابھی سلام کا جواب دے دوں اور اس مضمون کو ختم کر کے دیکھوں گا کہ کون ہے اور کس غرض سے آئے ہیں، مگر اتنے

منہمک تھے کہ انہیں یہ خیال ہی نہیں رہا کہ کوئی مہمان آیا ہوا ہے، اور کتاب میں دیر تک برابر مشغول رہے۔ مولانا فرماتے ہیں کہ بہت دیر تک بیٹھا رہا، مگر حضرت تھے کہ ملنے کا نام ہی نہیں لے رہے تھے۔ بالآخر تھک کر میں وہاں سے لوٹ آیا۔ یہ علم کا چسکا ہے، علم کا ذوق ہے، اسے وہی سمجھ سکتا ہے جو اس کے مزے سے واقف ہو۔

حضرت مولانا مسیح اللہ رحمۃ اللہ علیہ کا خواب

تو حضرت مولانا مسیح اللہ خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں کتاب پڑھنے میں پورے انہماک کے ساتھ مشغول تھا کہ ایک صاحب نے کھڑکی کے پاس آکر سلام کیا۔ میں نے سلام کا جواب دیا مگر چونکہ مطالعہ میں مشغول تھا اس لئے توجہ نہیں کی کہ کون ہے! ان کے چلے جانے کے بعد ایسا محسوس ہوا کہ وہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم تھے! مجھے بہت افسوس ہوا کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور میں زیارت و ملاقات سے محروم رہا۔ میں جلدی سے اپنی جگہ سے اٹھا اور باہر نکلا کہ زیارت اور ملاقات کی سعادت نصیب ہو جائے۔ بہت تلاش کیا مگر ناکام رہا۔ مجھے غم اس بات کا ہے کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم خواب میں تشریف لائے اور میں زیارت سے محروم رہا۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ یہ محرومی میرے کسی عمل کی نحوست کی وجہ سے میرے حصہ میں آئی۔

سبحان اللہ! طالبِ علمی کے زمانہ میں کتنے بلند خیالات! ہم اگر اس طرح کا خواب دیکھ لیتے تو پتہ نہیں اپنے بارے میں کیا رائی قائم کر لیتے! شاید عُجب کے شکار ہو جاتے، شاید یہ سوچتے کہ کم از کم اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم خواب میں آئے تو سہی، چاہے زیارت نہ ہو سکی، مگر میرے بھائیو! وہاں معاملہ کچھ اور ہی تھا۔

طالبِ علم مگر حالت کتنی اچھی

ایک غم یہ ہوا کہ زیارت سے محرومی رہی اور دوسرا غم یہ کہ زیارت سے محرومی کا مطلب یہ ہے کہ حق تعالیٰ شانہ مجھ سے میری کسی بد عملی کی وجہ سے ناراض ہیں۔ اب حضرت مفتی محمود صاحب کی طالب علمی کے زمانہ میں باطنی حالت کیا تھی وہ دیکھئے۔ مفتی صاحب نے مسکرا کر فرمایا کہ فکر کیوں کرتے ہو؟ جب آج رات آپ صلی اللہ علیہ وسلم دوبارہ تشریف

لائیں تو ایسی غلطی مت کرنا!

حضرت مولانا کو کچھ سکون ہوا۔ رات کو سوئے تو دوبارہ وہی خواب کہ بستر پر بیٹھے ہوئے ہیں، کتاب دیکھ رہے ہیں اور کسی نے کھڑکی سے سلام کیا۔ فوراً متوجہ ہو کر دیکھا تو اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ ماشاءاللہ! سبحان اللہ! زیارت اور ملاقات سے مشرف ہوئے۔

علم کس چیز کا نام ہے

پہلے زمانہ کے طالبِ علم صرف علم کے حروف و نقوش حاصل کرنے کے لئے مدرسہ میں داخل نہیں ہوتے تھے۔ وہ علمِ نبوت کے ساتھ نورِ نبوت میں بھی کمال پیدا کرتے تھے۔ حضرت مولانا منت اللہ رحمانی صاحب دامت برکاتہم ایک بڑے عالم ہیں، انہوں نے علم کے بارے میں ایک عجیب جملہ لکھا ہے: علم حفظ کا نام نہیں ہے، علم فکر کا نام ہے!

علم یہ نہیں ہے کہ آپ نے نحو کے قاعدے یاد کر لئے، نحو میر پوری یاد ہو گئی، صرف میر پوری یاد ہو گئی، ہدایۃ النحو یاد ہو گئی، علم الصیغہ یاد ہو گئی، نور الایضاح کے سارے مسائل از بر ہو گئے، تفسیر پوری یاد ہو گئی، یہ علم نہیں ہے۔ علم تو ایک سوچ اور فکر کا نام ہے۔ مدرسہ میں داخلہ کے وقت بچے کی سوچ کچھ اور ہوتی ہے۔ چھ سال کے بعد جب وہ فارغ ہو کر نکلتا ہے تو اس کی سوچ کچھ اور ہونی چاہیئے۔ اب اس کی سوچ اسلامی ہونی چاہیئے، نبوی ہونی چاہیئے۔ اب اسے وارثِ نبی، عالمِ ربانی اور فقیہ بن کر زندگی گزارنی چاہیئے۔

وارثِ نبی، عالمِ ربانی اور فقیہ وہ ہوتا ہے جو ہر لمحہ اپنی زندگی کی نگرانی کرتا رہتا ہے، اسے ہر وقت اس بات کی فکر رہتی ہو کہ آیا میں دین کے تقاضوں کو پورا کر رہا ہوں یا نہیں؟ اس کے ساتھ اسے یہ فکر بھی ہو کہ میرے ماں باپ، میرے بھائی بہن، میری بستی میں رہنے والے، اس دھرتی پر رہنے والے انسان کس طرح اللہ کی رضا و خوشنودی حاصل کرنے والے بن جائیں؟ وہ اپنے ایمانی بھائیوں کے لئے تڑپنے کے ساتھ اپنے انسانی بھائیوں کے لئے بھی تڑپتا ہے۔ اس کی شان یہ ہوتی ہے کہ جب تک وہ اپنی قوم کو روحانی بیماریوں میں اور آخرت کے نقصان میں دیکھتا ہے، اس وقت تک وہ اپنے اندر ایک قسم کا ناسور محسوس کرتا ہے، وہ مسلسل اس فکر میں رہتا ہے کہ میں اپنی قوم کو ان بیماریوں سے اور اخروی خسارہ سے بچانے کے لئے کیا کر سکتا ہوں؟

امت کی فکر

حضرت مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو پوری پوری رات نیند نہیں آتی تھی، وہ ادھر سے ادھر کروٹیں بدلتے رہتے تھے، اگر بے چینی بڑھتی تو اٹھ کر ٹہلنے لگتے۔ ایک دن اہلیہ نے پوچھا کہ آپ کو کیا تکلیف ہے؟ آپ کو کونسی چیز پریشان کر رہی ہے؟ میں دیکھ رہی ہوں کہ آپ تڑپتے رہتے ہیں اور پوری رات سوتے نہیں! حضرت مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ کیا بتلاؤں؟ جو غم میرے دل میں ہے، اگر اس کا تمہیں پتہ چل جائے تو جاگنے والا ایک نہیں رہے گا، دو ہو جائیں گے! امت کے لئے اتنی بے قراری تھی، امت کا دکھ اور درد اتنا تھا کہ یہ خیال ہر وقت ستاتا تھا کہ امت جہنم کی طرف جا رہی ہے، اسے کس طرح بچایا جائے؟

ماں باپ کا جذبہ

میرے عزیزو! عرض یہ کر رہا تھا کہ ہمارے دل میں یہ خواہش ہونی چاہیئے کہ ہمارا بچہ بھی وارثینِ انبیاء میں شامل ہو جائے، عالمِ ربانی بن جائے، فقیہ بن جائے۔ یہ فکر دل سے نکال دو کہ ہمارا بچہ فارغ ہو کر آئے گا تو اس کی روزی روٹی کا کیا ہوگا۔ یہ معاملہ اللہ کے حوالہ کر دو جو رزّاق بھی ہے اور ربّ العالمین بھی! آج سے آپ اپنے نورِ نظر کو دین کی خاطر وقف سمجھیں۔ جہاں تک دنیا کا تعلق ہے تو حق تعالی شانہ نے آپ کو بہت کچھ دے رکھا ہے، اور نہیں تو دنیا بقدر ضرورت مل ہی جاتی ہے۔ فکر تو آخرت کی ہونی چاہیئے، لہذا وہاں کی کامیابی کے لئے اس پڑھنے والے کو وقف کر دو! ماں باپ میں جب تک اس طرح کا جذبہ پیدا نہیں ہوگا، اس وقت تک بچہ ترقی کی منزلیں طے نہیں کر سکے گا۔ اگر آپ چاہتے ہیں کہ آپ کا بچہ شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا، حضرت تھانوی، حضرت مدنی، حضرت جی مولانا الیاس، شیخ عبد القادر جیلانی، شیخ جنید بغدادی وغیرہ رحمۃ اللہ علیہم کے نشاناتِ قدم پر چلے اور ان کی طرح دین کا کام کرے اور خلقِ خدا کی خدمت کرے، تو سب سے پہلے آپ کو اپنے اندر یہ جذبہ پیدا کرنا پڑے گا۔

ماں باپ کی دعاء کامیابی کے لئے بنیاد

جتنے بڑے لوگ گزرے ہیں، انہیں حق تعالی شانہ نے اسباب کے درجہ میں اچھا مدرسہ

دیا، مشفق اساتذہ دیئے، مشفق مشائخ سے تعلق نصیب کیا، مگر ان تمام اسباب کے پیچھے جو روح تھی وہ ان کے ماں باپ کی دعائیں تھیں۔ماں باپ کی دعائیں تمام کامیابیوں کے لئے بنیاد ہیں۔ آپ کو اپنی اولاد کے لئے اپنا کلیجہ نکال کر رکھ دینا چاہیئے! گڑگڑا کر خوب آہ و زاری کرنی چاہیئے! اگر آپ کی دعا قبول ہوگئی اور ان شاءاللہ تعالیٰ ضرور ہوگی تو پتہ نہیں اللہ تعالیٰ آپ کے نورِ نظر کے علمی اور روحانی فیض سے کتنے لوگوں کو فائدہ پہنچائیں گے،اس کے ذریعہ کتنے بندے جہنم سے بچ کر جنت میں داخل ہونگے اور قیامت کے دن آپ کا مقام کتنا بلند ہوگا؟

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ جب عالم اور عابد پل صراط پر جمع ہونگے تو عابد سے کہا جائے گا کہ جنت میں داخل ہو جا اور تیری عبادت کے ثمرات سے لطف حاصل کر،اور عالم سے کہا جائے گا کہ یہاں ٹھیر جا اور جس کے لئے چاہے سفارش کر،اس لئے کہ جس کسی کے لئے تو سفارش کرے گا اس کے حق میں تیری سفارش قبول کرلی جائے گی۔ پس وہ انبیاء کے مقام پر ہوگا۔(مسند الفردوس)

اس وقت ماں باپ کے لئے کتنے فخر کی بات ہوگی؟ سوچو کہ شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی کتابوں سے کتنے لوگ مستفید ہو چکے ہیں اور مستفید ہو رہے ہیں؟ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے علوم سے لوگ کتنا فائدہ اٹھا چکے ہیں اور اٹھا رہے ہیں؟ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے علوم سے آج تک کتنا فائدہ ہو رہا ہے؟ ان حضرات کی وجہ سے جب لوگوں کا جم غفیر جنت میں داخل ہو رہا ہوگا،اس وقت ان کے ماں باپ کا سر کتنا اونچا ہوگا؟

نگرانی کے ساتھ دعاء

ماں باپ کو دعاء بھی کرنی ہے اور بچوں کی کامل نگرانی بھی۔پوری دلچسپی کے ساتھ ان کی ذہنی تربیت کی طرف توجہ کی ضرورت ہے۔ حضرت مولانا علی میاں ندوی رحمۃ اللہ علیہ کے طالب علمی کے دور میں ان کی والدہ نے ان پر ایک واقعہ کے نتیجہ میں خط لکھا جس کا مضمون یہ تھا کہ علی! اگر میری سو اولادیں ہوتیں تو سب کو میں یہی (دینی) تعلیم دیتی،اب تم ہی ہو،اللہ تعالیٰ میری خوش نیتی کا پھل دے کہ خوبیاں تم سے حاصل ہوں اور میں دارین میں سرخ رو اور نیک صاحبِ اولاد کہلاؤں۔آمین، ثم آمین۔

ماں کی تڑپ تھی، تمنا تھی، دعا تھی، رہنمائی تھی، کوشش تھی، نگرانی تھی، فکر تھی، نتیجہ یہ ہوا کہ حضرت مولانا علی میاں صاحب رحمۃاللہ علیہ سے اللہ تعالیٰ نے سو نہیں، ہزاروں عالموں کے برابر کام لیا۔ ایک پوری انجمن اور ایک پورا ادارہ اتنا کام نہیں کر سکتا جتنا کام اس ایک شخص نے کیا۔ یہ ماں کے دل کی گہرائی سے نکلنے والی دعاء کا ثمرہ تھا!

کھائے گا کہاں سے!

آپ ماں باپ سے میری درخواست ہے، بڑی منت کے ساتھ عرض کر رہا ہوں کہ آپ ذہن سے دوسری فکریں نکال دیجیئے۔ ہمارا بیٹا کھائے گا کہاں سے؟ کمائے گا کہاں سے؟ گھر کہاں سے خریدے گا؟ یہ سب خیالات ذہن سے نکال کر معاملہ اللہ کے سپرد کر دیجئے! آپ کسی کی بات سے ہر گز متاثر نہ ہوں۔ بعض لوگ ہر وقت مولویوں کی روزی کی فکر میں رہتے ہیں! کہتے ہیں کہ دنیا میں درجنوں مدارس ہیں اور ان میں بے شمار بچے پڑھتے ہیں، یہ سب فراغت کے بعد کھائیں گے کہاں سے؟ یہ خیر خواہی نہیں ہے بلکہ ہمدردی کے پردہ میں دشمنی ہے! اس قسم کے لوگ مدارس کا وجود نہیں چاہتے بلکہ وہ ان کو بند دیکھنا چاہتے ہیں۔ آپ ان سے پوچھیں کہ ما شاء اللہ! آپ کو علماء سے بڑی ہمدردی ہے، اللہ تعالیٰ نے آپ کو مال و دولت سے بھی خوب نوازا ہے، کیا کسی ایک مولوی کی کفالت بھی کر رہے ہیں؟ آپ کو علماء کی خیر خواہی، ہمدردی اور فکر ہے، تو کم از کم ایک کی ذمہ داری لے لیتے! اس قسم کے لوگوں کو کوئی ہمدردی نہیں ہوتی۔ یہ مدارس اور علماء دشمنی ہے جو بڑی تیزی سے اس وقت دنیا میں زور پکڑ رہی ہے، ان کی خواہش یہ ہے کہ کسی طرح یہ مدارس ختم ہو جائیں، علماء ختم ہو جائیں۔ مدارس اور علماء ختم ہو گئے تو میرے بھائیو! دین ختم ہو جائے گا! اس لئے کہ مدارس ختم تو علم ختم، اور علم ختم تو دین ختم! اسی لئے اس کام پر ساری محنتیں خرچ ہو رہی ہیں اور اس سازش میں بدقسمتی سے خود ہمارے لوگ بھی آلہ کار بن جاتے ہیں۔

حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃاللہ علیہ یہ فرماتے تھے کہ اللہ کے لئے اس مولوی کی روٹی کی فکر چھوڑ دو، یہ اپنی روٹی خود کھا کما لے گا، اس کی فکر چھوڑ دو، مجھے کچھ مثالیں ایسی دے دو کہ کسی مولوی نے فقر و فاقہ کی وجہ سے خودکشی کی ہو، بہت سے پی ایچ ڈی (PHD) اور

ماسٹر ڈگری رکھنے والوں کی مثالیں میں دے دیتا ہوں جنہوں نے خودکشی کی، اور حالات سے تنگ آکر اپنے کو ختم کر ڈالا۔ اور بہت سے ایسے ملیں گے جو ان ڈگریوں کو لئے جوتیاں چٹخاتے پھرتے ہیں لیکن نوکری نہیں ملتی، لیکن ایک مولوی ایسا نہیں بتا سکتے جس نے حالات سے تنگ آکر خودکشی کی ہو۔

اس لئے اس خیال کو نکال دو! یہ شیطانی خیال ہے۔ ہر چیز کے خزانے اللہ وحدہ لا شریک لہ کے قبضۂ قدرت میں ہے۔ بچہ پڑھ کر عالم باعمل بن کر اللہ کا ہو جاتا ہے، اور جو اللہ کا ہو جاتا ہے اس کی ساری ضرورتیں وہ خود پوری کرتا ہے۔ من کان للہ کان اللہ لہ، جو اللہ کا ہو جاتا ہے، اللہ اس کا ہو جاتا ہے، احفظ اللہ یحفظک، اللہ کے احکام کی حفاظت کر اللہ تیری حفاظت کرے گا۔

آپ بیتی

عرض یہ کر رہا تھا کہ ماں باپ کو اپنے بچوں کے علمی اور دینی مستقبل کے لئے جم کر پورے یقین کے ساتھ دعاء کرنی چاہیئے۔ میں آپ کو اپنی بھی کچھ سناؤں! میں الحمد للہ بچپن میں اسکول میں بھی اول نمبر سے پاس ہوتا تھا اور مدرسہ میں بھی۔ انڈیا میں دس سال کی عمر تک گجراتی کلاس پڑھتا رہا۔ وہاں بھی اول نمبر سے پاس ہوتا رہا اور یہاں آنے کے بعد مجھے بہت جلدی انگریزی پر قابو حاصل ہو گیا اور اول نمبر سے پاس ہونے لگا۔ اللھم لک الحمد و لک الشکر۔ یہ 1973ء کا دور تھا، جب ہمارے مسلم معاشرہ میں سند یافتہ (graduates) بہت کم تھے بلکہ نہ ہونے کے برابر۔ لوگوں کی یہ خواہش رہتی تھی کہ مسلمان کا کوئی بچہ پڑھ جاوے تاکہ مسلمانوں کو کام آوے۔ لوگ ہمارے والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو بہت ترغیب دیتے تھے کہ آپ اِسے اِس لائن میں لگایئے! یہ اسکول میں بہت اچھا جا رہا ہے۔ یہاں لیسٹر میں لکھنؤ کے ایک بیرسٹر صاحب تھے - پتہ نہیں زندہ ہیں یا انتقال کر گئے - وہ ہمارے والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آنے جانے والوں میں سے تھے، مجھ سے بھی محبت فرماتے تھے۔ وہ ہمارے والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے کہتے تھے کہ حافظ جی! اس بچے کو ہمارے حوالہ کر دو! ہم اسے اچھا بیرسٹر بنائیں گے۔ ہمارے والد صاحب ایک ہی بات فرماتے تھے کہ ہم اس کے بارے میں

ایک فیصلہ کر چکے ہیں، ان شاء اللہ تعالیٰ ہم اسے دینی تعلیم دلوا کر اپنی آخرت سنوارنے کے لئے وقف کریں گے۔ اللہ ان کو غریق رحمت فرمائیں، یہ ان کا جذبہ تھا۔

والد مرحوم کی قیمتی نصیحت

مجھے بھی اپنے پاس بٹھا کر سمجھاتے تھے۔ فرماتے تھے کہ بیٹا دیکھو! اس وقت مدرسہ کی تمہاری فیس مجھے ادا کرنی پڑ رہی ہے، اگر میں تمہیں کالج اور یونورسٹی بھیجتا تو تمہاری تعلیم مفت میں ہو جاتی اور اس کے بعد اگر تم پاس ہو کر ڈگری حاصل کرتے تو تمہیں تنخواہ اچھی ملتی اور مجھے دنیوی فائدہ حاصل ہوتا۔ اور جہاں تک مدارس اور مساجد میں تنخواہ کا معیار (standard) ہے وہ مجھے خوب معلوم ہے۔ مجھے پتہ ہے کہ تم میری مدد تو کیا کروگے، شاید مجھے ہی تمہاری مدد کرنی پڑے۔ مگر اس کے باوجود میں نے تمہیں اس راستہ پر ڈالا ہے اس خیال سے کہ میری دنیوی زندگی تو کسی طرح روکھی سوکھی اور تلخی ترشی کے ساتھ گذر جائے گی، مگر آخرت کا مسئلہ بڑا سنگین ہے اور مجھے وہاں کی فکر ہے،(والد مرحوم بہت نیک آدمی تھے مگر یہ ان کی فکر آخرت کی بات تھی،) میں تو تجھے صرف اپنی آخرت کے لئے پڑھا رہا ہوں۔ بیٹا تم مجھ سے وعدہ کرو کہ عالم بننے کے بعد کسی اور چیز کی طرف توجہ نہیں کروگے، اور دین کے کام کو اپنا مقصدِ حیات بنا کر اسی میں لگے رہوگے! دین کی خدمت، دین کی فکر، امت کی فکر اور امت کی خیر خواہی کو اپنا مشغلہ بنائے رکھوگے! بیٹا! فارغ ہونے کے بعد اگر تم دنیا میں لگ گئے، تو نہ دنیا ملے گی نہ آخرت، نہ مجھے نہ تمہیں! اس لئے تم دین کی خدمت اور خدمتِ خلق ہی میں لگے رہنا!

پھر یہ فرماتے تھے کہ بیٹا! ایک بات یاد رکھو! میں اللہ پر اعتماد کر کے کہہ رہا ہوں، جو شخص محنت سے علم حاصل کرتا ہے اور علم حاصل کرنے کے بعد تقویٰ والی زندگی اختیار کر کے دین کی خدمت کو اپنا مقصد بناتا ہے، تو ممکن ہے کہ ظاہر میں اس کے پاس کچھ نہ ہو مگر حق تعالیٰ شانہ اس کے لئے ضرورت کی ساری چیزیں مہیا فرما کر اس کی تمام ضرورتیں پوری فرماتے ہیں!

ان کی اس نصیحت پر عمل تو نہیں کر سکا، مگر ٹوٹے پھوٹے انداز میں جو کچھ ہو سکا اس کی برکت سے الحمد للہ ثم الحمد للہ دنیوی اعتبار سے کسی وقت بھی کسی چیز کی کمی محسوس نہیں ہوئی۔ بہت سکون والی زندگی ہے۔ اللھم لک الحمد ولک الشکر۔ اللہ تعالیٰ والد صاحب

رحمہ اللہ کو اپنی شایانِ شان بدلہ عطا فرمائیں کہ وہ ہمارے لئے اس سے بہتر فیصلہ نہیں کر سکتے تھے۔

سب اپنی نیتیں درست کر لیں

عرض کرنے کا منشا یہ ہے کہ ہم آج اپنی نیتوں کو درست بھی کر لیں اور پختہ بھی کر لیں۔ ہم نے اپنے بچے کو مدرسہ میں اس لئے بھیجا ہے کہ یہ وارثِ نبی بنے، یہ عالمِ ربانی بنے، یہ فقیہ بنے۔ اس کا نفع ان شاء اللہ تعالیٰ دنیا میں بھی ہوگا اور آخرت میں تو ضرور ہوگا۔ طلبہ و طالبات کی خدمت میں بھی گذارش ہے کہ آپ بھی اپنی نیتیں درست فرمالیں۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک واقعہ یاد آگیا۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ بغداد میں مدرسہ نظامیہ میں پڑھتے تھے جس کا پورا خرچہ وقت کے بادشاہ نے اپنے ذمہ لے رکھا تھا۔ ایک دن بادشاہ کو خیال آیا کہ مدرسہ میں جانا چاہیئے اور جائزہ لینا چاہیئے، آئے اور طالب علموں کا امتحان لیا، ہر ایک سے پوچھا کہ آپ کیوں پڑھ رہے ہیں؟ علمِ دین حاصل کرنے سے آپ کی غرض کیا ہے؟ کسی نے جواب دیا کہ ہمارے والد صاحب فلاں علاقہ کے قاضی ہیں، وہ ایک اونچا منصب ہے، اس میں عزت بھی ہے اور تنخواہ بھی اچھی ہے، میں اس لئے پڑھ رہا ہوں کہ میں بھی قاضی بن جاؤں۔ کسی نے کہا کہ ہمارے والد صاحب ہمارے علاقہ کی جامع مسجد کے امام ہیں، بہت عزت ہے اور تنخواہ بھی اچھی ہے، مجھے خیال آیا کہ اس منصب کے حصول کے لئے میں عالم بن جاؤں، اس لئے میں پڑھ رہا ہوں۔ جتنے طلبہ سے سوال کیا ہر ایک نے کسی نہ کسی عہدہ کا اور منصب کا ذکر کیا۔ بادشاہ کو بہت افسوس ہوا۔ خیال آیا کہ پورے مدرسہ کا خرچہ ہم دے رہے ہیں، اساتذہ کی تنخواہیں، مدرسہ کا صرفہ، بچوں کے کھانے پینے کا انتظام؛ اور طلبہ ان دنیوی اغراض کے لئے پڑھ رہے ہیں! ہمارا تو سارا پیسہ ضائع ہو رہا ہے! انہوں نے اپنے دل میں پختہ ارادہ کر لیا کہ مدرسہ بند کر دینا چاہیئے۔ ابھی وہ اس ارادہ کو لے کر مدرسہ سے نکل ہی رہے تھے کہ ان کی ایک بچے پر نظر پڑی جو ایک جگہ مطالعہ میں مشغول تھا۔ بادشاہ کو خیال آیا کہ اسے بھی پوچھ لیتے ہیں۔ پوچھا کہ تم علم کس غرض سے پڑھ رہے ہو؟

انہوں نے جواب دیا کہ میں نے دلائل عقلیہ و نقلیہ سے معلوم کیا ہے کہ ہمارا ایک مالکِ حقیقی ہے جو آسمان و زمین کا مالک ہے، اور مالک کی اطاعت ضروری ہوتی ہے کہ اس کی مرضیات پر عمل کرے اور نامرضیات سے بچے، سو میں اس لئے پڑھتا ہوں کہ اس کی مرضیات و نامرضیات کی اطلاع حاصل ہو۔

بادشاہ یہ سن کر بہت خوش ہوا اور کہا کہ اگر اس طالبِ علم سے میری ملاقات نہ ہوتی تو میں اس مدرسہ کو بند کرادیتا۔ پتھروں کے بیچ ایک ہیرا موجود تھا، جس کی وجہ سے مدرسہ بچ گیا۔ یہی بچہ آگے جا کر حجۃ الاسلام اور وقت کا امام بنا۔

مدرسہ کے ساتھ تعاون

عرض کرنے کا منشا یہ ہے کہ ہم سب اپنی نیتیں درست کرلیں؛ اساتذہ، ماں باپ، طلبہ اور طالبات۔ جب نیت درست ہو گی تو فارغ ہونے کے بعد بھی مقصد کی فکر رہے گی اور اس فکر کی برکت سے حق تعالیٰ شانہ دین کی خدمت لیں گے۔ اسی طرح پڑھائی کے زمانہ میں بھی طلبہ اور والدین مدرسہ کے ساتھ پورا تعاون کریں گے۔ بہت سارے مسائل جو خواہ مخواہ کھڑے ہو جاتے ہیں وہ نہیں ہونگے۔ مثال کے طور پر چھٹی کے مسئلہ کو لے لیجیے! مدرسہ کی طرف سے سال کے شروع میں ماں باپ کو بچوں کی چھٹیوں کے اوقات کی اطلاع کر دی جاتی ہے۔ بعض والدین ایک دو دن کی زائد چھٹی چاہتے ہیں۔ کبھی booking کا مسئلہ، کبھی شادی کا وغیرہ وغیرہ۔ آپ کے نزدیک شادی اور holiday کا مسئلہ اہم ہوتا ہے اور منتظمین کے نزدیک آپ کے بچے کی تعلیم کا مسئلہ اس سے زیادہ اہم ہوتا ہے۔ بچہ آپ کا ہے، اگر وہ ایک دو دن غیر حاضر رہے گا تو اس کا نقصان ہو گا نہ کہ منتظمین کا۔ آپ کو سوچنا چاہیئے کہ نقصان ہمارے بچے کا ہو گا پھر بھی یہ ہم سے کیوں لڑ رہے ہیں؟ اسی لئے کہ منتظمین کو آپ کے بچے سے ہمدردی ہے، وہ آپ کے بچے کے خیر خواہ ہیں۔ آپ کو سوچنا چاہیئے کہ اگر یہ اتنے ہمدرد اور خیر خواہ ہیں تو مجھے میرے اپنے بچے کے معاملہ میں کتنی خیر خواہی اور ہمدردی کرنی چاہیے۔ یہ سوچ کر آپ کو مدرسہ کے ساتھ پورا تعاون کرنا چاہیئے۔

غیر حاضری کا نقصان

میرے بھائیو! غیر حاضری کے سلسلہ میں ایک بات توجہ سے سنو! ہمارے اکابر بزرگانِ دین نے فرمایا ہے کہ جو طالبِ علم ایک سبق میں غیر حاضر رہتا ہے، وہ اس کی وجہ سے اس subject میں چالیس دن کی برکتوں سے محروم ہو جاتا ہے۔ یونورسٹی اور کالج اور مدرسہ کی تعلیم میں جو ایک بڑا فرق ہے اسے سمجھیئے! یونورسٹی کی تعلیم کتابوں اور الفاظ سے حاصل ہوتی ہے۔ وہاں غیر حاضری کے باوجود طالبِ علم اگر ذہین اور باصلاحیت ہے تو وہ اپنی محنت سے تیاری کرکے امتحان میں کامیاب ہوسکتا ہے۔ اسی لئے دنیوی تعلیم کے لئے open universities ہوتی ہیں؛ گھروں میں رہ کر لوگ کورس پڑھتے ہیں۔

جہاں تک علمِ دین کا تعلق ہے تو وہ صرف کتابوں سے نہیں آتا۔ علمِ دین سینہ سے سینہ میں منتقل ہوتا ہے۔ آپ کا بچہ چاہے اعلیٰ درجہ کا ذہین ہو، مگر کلاس میں غیر حاضری کی وجہ سے اسے استاذ کے سینہ سے علم حاصل نہیں ہوا، تو وہ جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک کے connection اور سلسلہ سے محروم رہ گیا۔ اسے الفاظِ نبوت حاصل ہو گئے مگر نورِ نبوت حاصل نہیں ہوا! کتنا بڑا نقصان اور کتنی بڑی محرومی!

الحمد للہ، پڑھنے کے زمانے میں حاضری کا اہتمام رہتا تھا مگر بیماری کی وجہ سے غیر حاضری ہو جاتی تھی اور سبق رہ جاتا تھا۔ اگرچہ ان کتابوں میں اعلیٰ نمبرات سے پاس ہوئے، کتابیں ازبر یاد تھیں، امتحان کے موقع پر کتابیں حفظاً یاد تھیں، مگر میں آپ کو اپنا تجربہ بتلاتا ہوں کہ جب کتابوں کو پڑھانے کا موقع آیا تو درس کے لئے تیاری کے دوران جس جگہ سبق میں غیر حاضری تھی اس کا فوراً احساس ہو جاتا ہے۔ یہ میں اپنا تجربہ بیان کر رہا ہوں کہ ابھی بھی جب کتابیں کھولتا ہوں، تو وہ حصہ جہاں غیر حاضری تھی تاریک نظر آتا ہے، اور آسان کتاب میں بھی سرسری نظر سے کام نہیں چلتا، اس غیر حاضری والے حصے کو دھیان سے اور توجہ سے دیکھنا پڑتا ہے۔ ایسا کیوں؟ یہ اس وجہ سے کہ وہ حصہ سینہ سے سینہ میں منتقل نہیں ہوا۔ اس لئے اس بات کا خوب خیال رہنا چاہیئے کہ کلاس سے غیر حاضری بالکل نہ ہو۔

فراغت کے بعد

گفتگو کا مقصد یہ ہے کہ آپ نے اپنے بچے کو مدرسہ میں داخل کیا ہے، آپ کی غرض یہی ہونی چاہیئے کہ ہم اس کو وارثِ نبی بنانا چاہتے ہیں، عالمِ ربانی بنانا چاہتے ہیں، فقیہ بنانا چاہتے ہیں۔ ہماری بھی یہی غرض ہے۔ اگر ہماری اور آپ کی غرض متحد ہو گئی تو کام بہت آسان ہو جائے گا۔ آپ کے بچے کے لئے جو نظام بنایا جاتا ہے، اس پر آپ کو اطمینان ہو گا اور آپ اس میں پورا تعاون کریں گے، بلکہ بچے کو آپ ترغیب دیں گے اور ضرورت پر تنبیہ بھی کریں گے۔ اور جب ہمارا اور آپ کا مقصد ایک ہو گا کہ فارغ ہونے کے بعد اسے دین کے لئے وقف کرنا ہے، تو فارغ ہونے کے بعد بھی کوئی اختلاف نہیں ہو گا۔ ورنہ کبھی کبھی ہوتا یہ ہے کہ ایک بچہ بہت محنت سے پڑھتا ہے اور اساتذہ بھی بہت محنت سے پڑھاتے ہیں، ان کی اس بچے کے بارے میں بڑی امنگیں اور بڑی تمنائیں ہوتی ہیں، اس سے بڑی امیدیں وابستہ ہوتی ہیں، مگر فارغ ہونے کے بعد ماں باپ کا رویہ بدل جاتا ہے، ان کی خواہش یہ ہوتی ہے کہ اسے اب کلی طور پر ہمارے مشورہ پر چلنا چاہیئے، اور ایک تقابل کی شکل پیدا ہو جاتی ہے، ظاہر ہے کہ جو بچہ چھ سال تک علم دین میں مشغول رہا ہے وہ یہی سمجھتا ہے کہ جس میدان میں مجھے کام کرنا ہے اس میں جتنی مہارت اور بصیرت میرے اساتذہ کو ہے اتنی والدین کو نہیں ہے۔ وہ اپنے اساتذہ کے مشورہ کو اہمیت دیتا ہے اور ماں باپ کچھ اور کہتے ہیں، اسی کشمکش میں بہت لائق اور اچھے فضلاء کا مستقبل خراب ہو جاتا ہے۔ ماں باپ کو چاہیئے کہ وہ اپنی اولاد کا ان کی فراغت کے بعد بھی خیال رکھیں اور ان کے مستقبل کی فکر کریں۔ ہمارا مدرسہ تو بھائی! یوں بھی چھوٹا ہے، ایک وقت میں صرف سو بچوں کو جگہ ملتی ہے۔ ہر سال تقریباً دس پندرہ بچے فارغ ہوتے ہیں، اس میں سے بھی اگر دو چار ضائع ہو جائیں تو ہمارے لئے بڑے دکھ کی بات ہے۔ ہماری اور آپ کی غرض ایک ہونی چاہیئے کہ ہمارا بچہ وارثِ نبی، عالمِ ربانی اور فقیہ بن جائے، اور فارغ ہونے کے بعد دین کی اور مخلوقِ خدا کی خدمت کرے۔

تربیت کی فکر

اس سلسلہ میں ایک اور ضروری بات ہے اور اس کا تربیت سے تعلق ہے۔ بعض بچے

مدرسہ میں بہت اچھی طرح رہتے ہیں مگر گھر میں ان کی حالت وہ نہیں رہتی۔ آپ کو چاہیئے کہ آپ مدرسہ کو اس قسم کے امور کی اطلاع کریں۔ ہم بچوں کو اطلاع نہیں کرتے کہ تمہارے والدین کی طرف سے یہ شکایت آئی ہے۔ ہاں اپنے طور پر اس مسئلہ کو حل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ بچوں کے روشن مستقبل کے لئے ہمارا آپس کا تعاون بہت ضروری ہے۔ اگر یہ آپ کی جسمانی اولاد ہے تو ہماری روحانی۔ اس کے دنیوی مستقبل کی جتنی آپ کو فکر ہے، اس سے کئی گنا زیادہ ہمیں اس کی دینی، علمی اور روحانی مستقبل کی فکر ہے۔ ہمارا مقصد ایک ہی ہے اور وہ یہ کہ ہمارے یہاں آنے والے طالبینِ علم مستقبل کی نسلوں کو سنبھالنے والے بن جائیں۔ آپ کا بیٹا ہمارا بیٹا ہے اور آپ کی بیٹی ہماری بیٹی ہے۔ معلمین ان کے باپ ہیں اور معلمات ان کی مائیں ہیں۔ ہم سب کو مل کر ان بچوں کو کامیاب بنانے کی کوشش کرنی چاہیئے اور اس کے لئے ہم جو کچھ کر سکتے ہیں اس سے دریغ نہیں کرنا چاہیئے۔

میرے والدِ مرحوم کی دعاء

بچوں کے مستقبل کو روشن کرنے کے لئے ہمیں حق تعالیٰ شانہ سے پورے اہتمام کے ساتھ دعا بھی کرنی چاہیئے کہ اے اللہ! میرے اس بیٹے کو آسمانِ علمِ نبوت پر چمکتا ہوا آفتاب بنادے۔ اس سلسلہ میں ترغیب کی غرض سے اپنی ایک اور بات عرض کر دوں! طالبِ علمی کے زمانے میں جب بھی کوئی کام کرنا ہوتا تھا تو میرا معمول یہ تھا کہ میں حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور میرے استاذ محترم حضرت مولانا یوسف صاحب دامت برکاتہم دونوں سے مشورہ کرتا۔ ترتیب یہ تھی کہ پہلے والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے مشورہ کرتا پھر حضرت سے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ جب والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے مشورہ کرتا تو وہ ہمیشہ حضرت مولانا سے مشورہ کرنے کو فرماتے، ان کا ہمیشہ ایک ہی جواب ہوتا تھا کہ حضرت مولانا سے مشورہ کرو اور وہ جو کہیں اس پر عمل کرو! ہمیں چونکہ والد صاحب کا یہ جواب معلوم تھا اس لئے پہلے ان سے مشورہ کرتے تاکہ ان کی برکت اور دعاء حاصل ہو جائے اور اس کے بعد حضرت مولانا سے مشورہ کرتے اور وہ جو فرماتے اس پر عمل کرتے، اور اصل مشورہ یہی ہوتا تھا۔

ایک مرتبہ میں نے عرض کیا کہ اباجی! رمضان المبارک کے بارے میں مشورہ کرنا ہے۔ اِس سال تراویح اور دین کی بات کہنے کے لئے چار جگہوں سے مجھے بلایا جارہا ہے۔ والد

صاحب رحمۃ اللہ علیہ یہ سن کر رونے لگے اور بہت روئے۔ ان کو مجھ سے بہت انس تھا اور ان کی چاہت رہتی تھی کہ میں ان کے قریب رہوں، مگر اس کے باوجود انہوں نے ہمارے مستقبل کے لئے اپنی چاہت کو ہمیشہ قربان کیا۔ مجھے ابھی تک اس بات کا افسوس ہے کہ میں اپنے والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی میں ان کے پاس مستقل نہ رہ سکا۔ چھ سال پڑھنے میں گزرے، فارغ ہونے کے بعد اپنے بزرگوں کے حکم سے اپنی مادر علمی دار العلوم بری میں پڑھانا شروع کر دیا اور ان کی وفات تک وہیں تدریس کی خدمت میں مشغول رہا۔ والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی قلبی خواہش یہ تھی کہ میں مستقل ان کے پاس رہوں، مگر نہ کبھی ناراض ہوتے اور نہ کبھی شکوہ کرتے، بلکہ دین کے کام میں مشغول دیکھ کر خوش ہوتے۔ اور جو کچھ ہوا ٹھیک ہی ہوا، مگر مجھے اس خیال سے کہ ان کے پاس جتنا وقت گزارنا چاہیئے نہیں گزار سکا، افسوس ہوتا ہے۔ وہ بہت نیک اور صالح تھے اور انتہائی درجہ مشفق اور مہربان۔ ان کے پاس بھی کچھ وقت گزرتا تو بہت فائدہ ہوتا۔ اللہ تعالی ان کو بہت جزائے خیر عطا فرمائیں۔ آمین۔

عرض کر رہا تھا کہ وہ بہت روئے۔ مجھے خیال آیا کہ پورا سال پڑھنے کی مشغولی رہتی ہے اور رمضان المبارک میں بھی گھر نہیں رہتا، شاید ان کو یہ بات شاق گزر رہی ہے، اس لئے میں نے عرض کیا کہ آپ روتے کیوں ہیں؟ آپ کی جو چاہت ہے وہ فرمادیجئے۔ مشورہ کا مقصد یہی ہے کہ آپ کا عندیہ معلوم ہو جائے۔ آپ اگر رمضان میں میرا یہاں رہنا چاہتے ہیں تو میں لیسٹر میں قیام کے لئے تیار ہوں۔ میرے لئے نہ کسی جگہ جانا ضروری ہے، نہ مجھے اس کا کوئی شوق ہے۔ انہوں نے اپنے آپ کو سنبھالا اور کہنے لگے کہ بیٹا! تمہاری جدائی پر یقیناً غم محسوس ہوتا ہے مگر اس وقت میں تمہارے فراق پر نہیں رو رہا ہوں، میں اس وقت غم کا رونا نہیں، خوشی کا رونا رو رہا ہوں۔ اور وہ خوشی یہ ہے کہ میں روزانہ تہجد پڑھ کر سجدہ میں گر کر اللہ کے حضور آہ وزاری کرتا ہوں کہ اے اللہ! میرے بیٹے کو علم و عمل سے آراستہ فرما کر اتنی مقبولیت عطا فرما کہ دنیا کے مختلف کونوں سے لوگ اسکو دین کی بات کہنے کے لئے بلائیں۔ مجھے اس بات پر بہت زیادہ خوشی ہو رہی ہے کہ اللہ نے میرے جیسے نکمے شخص کی دعا اتنی جلدی قبول کر لی، اور طالبِ علمی کے زمانہ ہی میں چار جگہوں سے تجھے بلایا جا رہا ہے!

یہ قصہ اس لئے عرض کیا کہ ماں باپ کو پتہ چلے کہ ان کا اپنی اولاد کی کامیابی اور ترقی میں

کتنا بڑا دخل ہوتا ہے۔ آپ اپنے بچوں کو مدرسہ کے حوالہ کر کے فارغ نہ ہو جائیں، بلکہ پوری توجہ دیں اور کوشش کریں کہ وہ کام کے بنیں اور ان کے لئے اللہ کے حضور آہ وزاری بھی کریں۔ آپ شروع ہی سے قناعت کیوں کر لیتے ہیں کہ میرا بچہ چونکہ اتنا ذہین نہیں ہے اس لئے اگر ایک اچھا مسلمان بن جائے تب بھی کافی ہے؟ نہیں، اللہ تعالی قادرِ مطلق ہے، وہ کمزور کو بھی صلاحیت دے سکتا ہے اور اس سے پوری امت کی ہدایت کا کام لے سکتا ہے۔

وہ جو چاہے تو قطرہ قطرہ کو سمندر کردے
وہ جو چاہے تو یتیموں کو پیمبر کردے

آپ اپنی اولاد کے لئے دعاء کریں، ان پر محنت کریں اور انہیں ترغیب دیں کہ وہ مدرسہ کے تعلیمی و تربیتی نظام سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھائیں، اور اساتذہ اور بڑوں کے ساتھ اپنا تعلق اچھا رکھیں، تعلیم کے ساتھ ساتھ ان کی اخلاقی تربیت پر بھی نظر رکھیں، مدرسہ کے ساتھ تعاون کریں اور مدرسہ سے تعاون لیں، ہم سب مل کر ان بچوں پر محنت کریں گے، تو ان شاءاللہ یہ بچے ہمارے لئے صدقہ جاریہ اور نجات کا ذریعہ بنیں گے۔

اللہ تعالی آپ سب کے آنے کو قبول فرمائیں، ہم سب کو عمل کی توفیق عطا فرمائیں، ان بچوں اور بچیوں کو ہماری آنکھوں کی ٹھنڈک بنائیں، دین کے خدام میں شامل فرمائیں اور ہماری نجات کا ذریعہ بنائیں۔ آمین۔

وآخر دعوانا أن الحمد لله ربّ العالمين

وصلّى الله على نبيّنا محمّد وعلى آله و صحبه أجمعين